محترمہ ثریا بتول صاحبہ ایم اے عربی اسلامیات لیکچرار گورنمنٹ گرلز کالج گوجرانوالہ

خاندانی منصوبہ بندی

گزشتہ سے پیوستہ

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس کے لیے زوجین کو محنت کرنا پڑتی ہے۔ عورت کے لیے جہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش محنت طلب کام ہے، وہاں مرد کے لیے کما کر لانا بھی محنت اور مشقت طلب کام ہے۔ چنانچہ اسلام میں اپنے اہل و عیال کی خاطر رزقِ حلال کی طلب کو بھی ایک اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ جتنے بچے زیادہ ہوں گے اتنی ہی وہ زیادہ محنت کرے گا اور وسائل کی تلاش میں رہے گا۔ جس سے ملک کی معاشیات پر براہ راست اثر پڑتا ہے اور اس طرح جد و جہد اور محنت کی بھی راہیں کھلتی ہیں۔

دوسری طرف اگر بچے کم ہوں گے تو آدمی محنت بھی کم کرے گا اور عمداً سستی اور کوتاہی سے کام لے گا۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اولاد کی نعمت سے یکسر محروم ہوتے ہیں، وہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم کام کریں بھی تو کس کے لیے؟ فطری طور پر یہ نکمے بن جاتے ہیں۔ اس کا ملک کی معاشیات پر برا اثر پڑتا ہے اور وسائل پیداوار میں کمی آ جاتی ہے۔

تصویر کا ایک اور رخ بھی ہے۔ کہ اس دنیا میں اللہ نے کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں کی۔ جو ذی روح بھی اس دنیا میں وارد ہوتا ہے وہ اپنے ایک پیٹ کے ساتھ ایک دماغ دو ہاتھ اور دو ٹانگیں بھی رکھتا ہے۔ پہلے کچھ دیر تو وہ دوسرے کے سہارے سے اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ پھر جب وہ سنِ رشد کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسے بھی اپنے دماغ سے سوچ سمجھ کر اپنی عقل و فہم سے اور اپنے دست و بازو سے کام لے کر اپنی زندگی کے لیے خود جد و جہد کرنا پڑتی ہے۔ اسے نہ صرف اپنا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے بلکہ اس پر بھی بیوی اور بچوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے۔ سچ کہا اللہ تعالےٰ نے مَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ (ہود)

(ترجمہ) روئے زمین پر چلنے پھرنے والے ہر ذی روح کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں اسے دفن ہونا ہے اسے بھی جانتا

سے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں ہمارے پاس توکل کا سرمایہ نہیں رہا اپنے رب کی ربوبیت اور رزاقیت پر اعتماد باقی نہیں رہا۔ اس کے برعکس سارا بھروسہ اپنے زور بازو پر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کھیتوں اور جانوروں کی پیداوار میں افزائش پر زور دیتے ہیں کیونکہ اس سے نفع عاجلہ حاصل ہوتا ہے مگر اپنی نسل کی افزائش سے گھبراتے ہیں کہ اس سے کسی نفعِ عاجلہ کی توقع نہیں ہوتی بلکہ الٹا اس پر محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے۔

اسلام نے قناعت اور اعتماد علی اللہ پر بڑا زور دیا ہے۔ لیکن آج ہماری زندگی سے یہی قناعت رخصت ہو چکی ہے۔ کپڑوں کے دو جوڑوں میں ہم گزارا نہیں کر سکتے۔ چھوٹا موٹا کھا کر ہمارا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ معمولی مکانوں میں ہم نہیں رہ سکتے۔ بلکہ خوب تر کی خواہش اور جستجو جو ہمیں دین میں مطلوب تھی، اس کا رخ اب دنیا کی طرف پھر گیا ہے۔ اور اپنی دنیا بہتر بنانے کی خواہش نہ کسی غریب کو چین سے بیٹھنے دیتی ہے۔ نہ کسی امیر کو۔ جس کے پاس دو پیسے ہیں وہ ہر وقت ان کے چار پیسے بنانے کی فکر میں ہے اور جس کے پاس دو کروڑ ہیں وہ ہر وقت ان کو چار کروڑ بنانے کی فکر میں ہے۔ یہ معیار بلند کرنے کی ہوس ہی ہمیں سکھاتی ہے کہ تم صرف دو تین بچوں کا معیار ہی بلند رکھ سکتے ہو۔ اگر بچے اس سے زیادہ ہوئے تو نہ ان کا معیار بلند ہو سکے گا، نہ ان کو رہنے سہنے کے عمدہ آداب سکھائے جا سکیں گے اور نہ عمدہ کوٹھی میں رہائش ممکن ہو سکے گی، پھر ان کے مستقبل کے لیے بیمہ اور بینک بیلنس کا اہتمام ہو سکے گا۔ ان کا بہتر آغاز زندگی ممکن نہ ہو گا۔ ان کے لیے آراستہ پیراستہ (Well furnished) کوٹھیاں ممکن نہ ہو سکیں گی نہ ان کے لیے خاصی جائیداد چھوڑی جا سکے گی۔ اللہ اللہ! اپنی عاقبت کی فکر چھوڑ کر اپنی اولاد کے مادی مستقبل کے متعلق اتنے اندیشے! انہی دور دراز کے اندیشوں میں مبتلا ہو کر انسان ضبطِ ولادت کرتا ہے۔ مگر اسے کیا معلوم کہ آئندہ پردۂ غیب سے کیا نمودار ہونے والا ہے؟ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص دو بچوں کے بعد اپنا مستقل علاج کر لے اور دوسری طرف دونوں یا ایک کسی ناگہانی مصیبت کا شکار ہو جائے، پھر وہ ساری عمر کے لیے بانجھ قرار پائے اور کوئی چارہ کارگر نہ ہو سکے گا۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر رکھا ہے وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔
ترجمہ: میں ان کو حکم دوں گا تو وہ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کرنے لگیں گے۔

یقین مانیے کہ یہ شیطان کا ہی دعدہ ہے ۔ ہم اسی کے دام فریب میں پھنسے ہوئے اللہ کی مخلوق کو بدلنا چاہتے ہیں ۔ وہ جتنی نسل بڑھانا چاہتا ہے ہم اس کے آگے بند باندھ رہے ہیں ۔ مگر ہماری نادانی ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیتی کہ ہم اس خدائی نظام کو بدل کر اپنے لیے چند در چند الجھنوں کا اضافہ کر لیں گے ، مگر اس سے خدائی نظام میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا ،

پھر اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ صرف دو بچے ہونے سے رزق وافر ہو جائے گا ۔ اور زیادہ بچے ہونے سے رزق لازماً تھوڑا ہی رہے گا کیونکہ

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا

بنی اسرائیل یقیناً آپ کا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے ، یقیناً وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور دیکھنے والا ہے ۔

پس واضح ہوا کہ یہ فیصلہ اس کی صوابدید پر ہے کہ کسے امیر بنایا جائے اور کسے غریب رکھا جائے ۔ اور پھر اس کے فیصلہ کو بدلنا بھی کسی اور کے بس کا روگ نہیں ہے ،

پھر ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے کہ قوم کو اگر سادگی اور کام ، کام ، مسلسل کام پر ابھارا جائے ، کام چوری ، فضول خرچی اور رشوت جیسی برائیوں کے انسداد کے لیے ذرائع ابلاغ پوری کوشش کریں تو عین ممکن ہے کہ نتائج خوشگوار رہیں باقی رہ گیا پاکستان ۔ تو اس کو تو ابھی پوری طرح رونق پذیر ہونے کے لیے ابھی کافی آبادی کی ضرورت ہے تاکہ صرف یہ کہ پاکستان میں کاروبارِ حیات زور پکڑے بلکہ اس لیے بھی کہ پاکستانی دوسرے ممالک میں جا کر دوسروں کی تعمیر و ترقی میں بھی انکا ہاتھ بٹائیں اور اس کرہ ارض کو انسانی آبادی کے لیے بہترین مقام بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں ۔

۷ ۔ باقی رہ گئی بات قومی خدمت کی کہ جس خاندان کے صرف دو بچے ہوں گے وہ قوم کی بہتر خدمت کر سکے گا ، قومی خدمت آخر کس چیز کا نام ہے جو بچے زیادہ ہونے سے از خود غائب ہو جاتی ہے ، قوم کی خدمت انجام دینے سے مراد ہی یہی ہے کہ قوم کا ہر فرد اپنا فریضہ کماحقہ ادا کرے ۔ اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کسی تساہل سے کام نہ لے

عورت پر قوم کی طرف سے جو فریضہ عائد ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ تندرست بچوں کو جنم دے اور پھر صحیح خطوط پر ان کی تربیت کرے ۔ اس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ قوم کے دفتروں اور کارخانوں

میں کام کرے، ملک کا دفاع کرے، کرسیِ جج پر بیٹھے یا ملک کی سربراہ بنے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ قوم کے دفتروں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مخلص کارکن، ملک و ملت کا دفاع کرنے والے نڈر مجاہد، ملک کا انتظام کرنے والے دانشور لیڈر، بے لاگ عدل و انصاف کرنے والے عادل جج اور دینِ اسلام کا سچا خادم، اور محبِ وطن بناتے، اس کے برعکس جو عورت گھر بار چھوڑ کر دفتروں اور بازاروں میں نکلتی ہے، وہ اپنا گھر تو تباہ کرتی ہے، اور مردوں کو بیکار بناتی ہے، اگر باہر جا کر محنت کا اصل معیار بھی گرا دیتی ہے۔ اس طرح اس کے باہر نکلنے سے تین گنا نقصان ہوتے ہیں۔

مرد بہتر قومی خدمت صرف سیاستدان یا لیڈر بن کر ہی نہیں کر سکتا بلکہ وہ زندگی کے جس شعبے سے بھی منسلک ہے وہاں وہ اگر ایمانداری، محنت، خلوص اور لگن سے اپنا کام انجام دیتا ہے، تو وہ صحیح معنوں میں قوم کی خدمت کر رہا ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ گھر قوم کی اکائی ہے۔ اگر گھر کے افراد مطمئن ہیں تو قوم بھی مطمئن ہے، لیکن اگر عورت کی بیرونِ خانہ ذمہ داریوں کی بنا پر گھر سکون اور چین سے محروم ہوتے ہیں تو قومی سطح پر سکون و چین کیسے نصیب ہو سکتا ہے،

قومی لحاظ سے

قومی لحاظ سے بھی تحریک ضبطِ ولادت بڑی مضرت رساں ہے کیونکہ جہاں نفری کم ہو وہاں کارخانوں اور دفتروں کا کام کیسے چلے، آج کے مشینی دور میں مشینوں سے زیادہ کام لیا جائے تو بھی کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں، مثلاً ایک قوم کے متعدد افراد کی بیکاری، پھر اس بیکاری کی بنا پر کمزوری صحت۔ جبکہ کام کاج میں مصروف رہنے والی قوم صحت مند افراد پیدا کرتی ہے، دوم، مشینوں کی درآمد کے لیے دوسرے ممالک کا دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ پھر ان کے ماہرین کی خدمات، فالتو پرزے ان کی من پسند شرائط پر خریدنا جبر، سے ترقی پذیر ملکوں کا سرمایہ مسلسل ان کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، دفاعی لحاظ سے ملک میں آبادی کی کثرت ہی مفید ہوا کرتی ہے ہمارا ازلی و ابدی دشمن اسرائیل کس طرح برابر اپنی افرادی قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔ گو وہ ایک چھوٹا سا خطۂ زمین ہے اور ان کا رقبہ محدود ہے، مگر اس کے باوجود وہ خود افزائشِ نسل پر عمل پیرا ہے، ساتھ وہ دنیا کے تمام خطوں سے یہودیوں کو طمع و تحریص اور گرانقدر انعامات

کے ذریعے اپنے وطن اسرائیل میں بسا رہا ہے۔ دوسری طرف اشتراکی دشمنوں کو دیکھئے وہ بھی ضبط ولادت کی تحریک کے مخالف ہیں اور افزائش نسل ان کی پالیسی کا بنیادی اصول ہے۔ چین اور روس جیسے طاقتور ملک آخر کیوں اپنی افرادی قوت میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ اس نکتہ سے آگاہ ہیں کہ آج کے دور میں وہی ملک مضبوط و مستحکم ہے جس کے پاس افرادی قوت زیادہ ہے، جنگ عظیم اول اور دوم میں برتھ کنٹرول پر عمل پیرا ہونے والے مغربی ملکوں کو اپنی افرادی قوت کی کمی کا شدید یہ احساس ہوا تھا۔ فرانس کسی دور میں دنیا کی ایک عظیم طاقت تھا۔ برتھ کنٹرول کی وجہ سے جنگ عظیم میں بالکل بس کر رہ گیا، اور آج تک پہلے کی طرح ابھر نہیں سکا، برطانیہ اسی وجہ سے آج دنیا کی چوتھی طاقت شمار ہوتا ہے، جو کل تک دنیا کی عظیم ترین مملکت تھی —— قدیم تاریخ ایسی بیشمار مثالیں پیش کر سکتی ہے۔ یونانیوں نے تاریخ میں بڑی ترقی کی، اور ایک عرصہ تک تاریخ عالم میں ان کا ڈنکا بجتا رہا۔ پھر انہوں نے بھی ضبط ولادت کی تحریک چلائی جس سے ان کی آبادی کم ہوئی، دوسری طرف انہیں اپنے دشمنوں سے جنگ لڑنا پڑی، اس طرح پہلے برتھ کنٹرول اور پھر جنگ، دونوں نے مل کر عظیم سلطنت روما کو اس طرح تہس نہس کر دیا کہ پورے دو ہزار سال گزرنے کے باوجود آج تک یونانی اپنا وہ کھویا ہوا مقام حاصل نہیں کر سکے۔

اب تمام ترقی یافتہ ممالک دوبارہ افزائش نسل پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کیونکہ امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہالینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن اور یونان کے کارخانوں کو چلانے اور روزمرہ کے کام پورے کرنے کے لیے انہیں بیرونی ممالک سے لوگوں کو اپنے ہاں بلانا پڑتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلمان ملکوں میں ضبط ولادت کی تحریک کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ لوگ ابھر سکیں نہ اسلام دنیا پر غالب آ سکے، چنانچہ کمیونسٹ اور سرمایہ دارانہ استعمار، یہ تینوں مل کر مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں، اور سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان اتنے بھولے ہیں کہ اس تحریک کے ذریعے مسلسل اپنی افرادی قوت کمزور کر رہے ہیں، سرکاری اور قومی سطح پر اس کے لیے زر کثیر صرف کر رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی سالانہ بجٹ میں سے ایک خطیر رقم کنبہ بندی کے لیے وقف کی جاتی ہے۔ اگر وہی رقم زچہ و بچہ کا معیار صحت بہتر بنانے میں صرف کی جائے

تو اس سے ملک کو کتنا فائدہ حاصل ہو، جب سے پاکستان میں اس تحریک نے زور پکڑا ہے، خدا کی طرف سے بھی اس کا ردِ عمل ظاہر ہو رہا ہے ۱۹۷۲ء میں سقوط ڈھاکہ کے ذریعے ملک کی نصف آبادی خود بخود کم ہو گئی ۷۳ء میں سیلاب کی شکل میں اللہ کا عذاب آیا اور عظیم آبادی کا صفایا کر ڈالا، ۷۴ء کے آخر میں وادی سوات میں جو ہولناک زلزلہ آیا اس نے زلزلہ کے تمام اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ کیا اب بھی پاکستانی قوم نہیں سمجھتی کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے خدا کے عذاب کو دعوت دے رہی ہے۔۔۔۔ اسے مسلسل اپنی آبادی کم کرنے کی فکر لگی ہوئی ہے جبکہ اس کے متحدہ دشمن روس اور ہندوستان کی افرادی قوت ہمارے مقابلے میں پندرہ سولہ گنا زیادہ ہے پھر ان کے پاس جدید ترین اور بے شمار اسلحہ ہے۔ مہلک ہتھیاروں کی ان کے پاس کمی نہیں، رقبہ ان کا بے پناہ ہے۔ پھر ہم ایسے بے حس ہیں کہ برابر اپنی تعداد کم کرنے میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے پاس اسلحہ کی بھی کمی ہے اور افراد کی کمی بھی ـــــ کیا واقعی ہماری حکومت دفاعِ وطن کے سلسلے میں مخلص ہے؟

خاص گھریلو نقطۂ نظر سے

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مردِ بے کار و زنِ تہی آغوش! اقبالؒ

عورتوں میں برتھ کنٹرول کی پالیسی مردوں کی نسبت زیادہ مقبول ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پالنا خصوصاً جبکہ وہ خود بھی بیمار ہوں، واقعتاً بڑا مشکل ہے۔ اور پھر آج کے دور میں جبکہ بچے بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں، وہ پہلے سے معصوم اور فرمانبردار نہیں رہے۔ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ یعنی جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور دوسری روایت سے فَالْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلِهَا آپؐ نے ایک صحابی کو (جو آپؐ سے جہاد میں شرکت کرنے کے لیے آپ سے مشورہ کر رہے تھے) فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس رہو اور اس کی خدمت بجا لاؤ کیونکہ جنت اسی کے پاؤں کے نیچے ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ نے جنت ماں کے پاؤں کے نیچے کیوں رکھی ہے ماں کا رتبہ اتنا

عظیم کیوں ہے اور کیا واقعی ہر ماں اتنی عظیم ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ماں کو یہ عظمت اسی ایثار، محنت اور لگن کی بدولت نصیب ہوئی ہے جس کی بنا پر انسان عدم سے وجود میں آتا ہے اور جس کا وہ ابتدائی پرورش میں سخت محتاج ہوتا ہے۔ اب یہ بات تو ہو نہیں سکتی کہ پانچ چھ سال کے بعد ایک بچہ جنم دیا جائے اس کو مہجے سہجے پال لیں، ساتھ ہمارے تفریحی مشاغل میں بھی کمی نہ آئے۔ بازاروں میں گھومنے پھرنے کا چسکا بھی کم نہ ہو، سینما، ریڈیو اور ٹیلیویژن کا چسکا بھی پورا ہو اور پھر ساتھ لگے ہاتھوں وہ عظیم مرتبہ بھی حاصل ہو جائے۔ یہ مرتبہ ہے ان ماؤں کا جو اولاد کو اللہ کی گرانبہا نعمت سمجھیں، ہر نومولود بچے پر اظہار تشکر کریں، پھر ان کی پرورش کے سلسلے میں جو جانکاہ مصائب ہیں ان کو بہ نیت حصول ثواب خوشی و مسرت سے برداشت کریں۔ ان کو جاو بے جا گندی گالیاں اور بددعائیں نہ دیں، اپنے تمام غیر ضروری شوق چھوڑ دیں اور پرورش بچگان و تربیت اطفال کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیں اگر وہ اپنے فرائض خوشی و مسرت سے برداشت کرتی ہیں تو پھر ان کی صحت پر بھی خوشگوار اثر پڑے گا اور دل مطمئن رہے گا۔ عزم و ارادے کی بدولت تو پہاڑ بھی سر کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان مایوس ہو کر بیٹھ رہے اور دل میں سمجھ بیٹھے کہ بچے تو ایک جان لیوا روگ ہیں، بہت بڑا جنجال ہیں تو پھر واقعی ایک دو بچے پالنا بھی اپنی ہمت سے بڑھ کر معلوم ہوگا اور طبیعت ہمیشہ چڑچڑی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مایوس قسم کے لوگوں کی صحت ہمیشہ گرتی رہتی ہے، اور چاہے انہیں زندگی کی کتنی سہولتیں میسر ہوں، ان کی صحت نہیں سنبھلتی۔ یہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد اس کٹھن منزل کو طے کرنے کے لیے چند اور باتیں بھی ذہن نشین کرنا لازم ہے۔

۱۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ...... کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی نفس کو اس کی ہمت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اگر ہمیں اپنے خالق و مالک حقیقی کی اس بات پر اعتماد ہو تو کبھی ضبط ولادت کی ضرورت پیش نہ آئے، اگر عورتوں کو اپنی صحت اور اپنی ذاتی مجبوریاں سامنے رکھ کر از خود برتھ کنٹرول کرنے کی اجازت مل جائے تو پھر ہر عورت اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی کیونکہ انسان فطرتاً سہل پسند واقع ہوا ہے۔ ہر وقت اپنے لیے عیش و آرام کا متمنی رہتا ہے، اور جب تک اس پر زبردستی کوئی بار نہ ڈالا جائے وہ اس کو انجام دینے سے گریزاں رہتا ہے، حالانکہ اس میں بار کو سہنے کی اہلیت ہوتی ہے۔

۲۔ اگر کثرت اولاد کی بدولت عورت کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہے، تو خود اس کا شوہر کون سا سکھی ہے، اسے جتنے بچوں کی پرورش کرنا پڑتی ہے۔ میاں کو بھی تو اتنے بچوں کی روزی کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

اسے بھی عام حالات کی نسبت زیادہ تگ و دو کرنا پڑتی ہے، پھر عزیزیں اس صورت حال سے خواہ مخواہ پریشان کیوں ہوں؟۔

۳۔ عموماً دیکھا گیا ہے، کہ جہاں اولاد زیادہ ہوتی ہے وہ دوسرے بچوں کی نسبت خوبصورت، عقلمند، ذہین اور مستعد ہوتی ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو شروع بچپن ہی سے اپنا سہارا آپ بننا پڑتا ہے (جبکہ دوسرے بچے عام حالات میں چار پانچ سال تک، یا جب تک اور بچہ پیدا نہیں ہوتا، ماں کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے، اس طرح ماں کو ہر حال میں ایک سی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے) ہر قسم کے حالات میں اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اپنا مستقبل خود بنانا پڑتا ہے، جبکہ دوسرے بچے جو تعداد میں صرف دو تین ہوں، تو ان کے والدین ہر مرحلے میں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور ان کے لیے لمبی چوڑی جائیدادیں چھوڑ کر جانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو کافی عرصہ تک والدین کے سہارے کے محتاج رہیں، زندگی کے میدان میں عموماً نکمے ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں بلند و بالا مقام انہی لوگوں کو ملا ہے جو بچپن سے غریب تھے، اور اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں ترقی کرتے چلے گئے۔ تاریخ ایسے لوگوں کے نام پیش کرنے سے تقریباً قاصر ہے جنہوں نے سونے چاندی کے سکوں کی کھنکار میں آنکھ کھولی ہو اور پھر وہ صفحہ ہستی پر اپنے لازوال نقوش بھی ثبت کر گئے ہوں بقولِ اقبال ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی

یا بندہ صحرائی یا مردِ کہستانی!

۴۔ کیا معلوم کہ برتھ کنٹرول کرنے سے آپ کسی نابغہ عصر اور نادرۂ روزگار کو وجود میں آنے سے روک رہے ہیں جس کا پیدا ہونا پورے خاندان کے لیے مایۂ صد فخر ثابت ہو۔

۵۔ جن عورتوں نے اس ضمن میں کسی قسم کا بھی علاج کیا ہے، ان کی صحت اس سے از حد متاثر ہوتی ہے، کئی عورتیں ایسی دیکھی گئی ہیں جن کو اولاد کم ہونے کی بنا پر طرح طرح کے عوارض لاحق ہو گئے ہیں تو پھر جب برتھ کنٹرول صحت کو مسلسل گرانے کا ذمہ دار ہے تو پھر آ گئے "نواں بھیجے کھائی" کے مصداق برتھ کنٹرول کی لعنت ہی کیوں مول لی جائے؟

۶۔ زیادہ بچے پیدا ہوں تو عموماً ان میں سے کچھ بچپن ہی میں داغ مفارقت دے جاتے ہیں یہ بچے بالشرط صبر و رضا روزِ قیامت اپنے والدین کے لیے باعث مغفرت ثابت ہوں گے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے سب بچوں کو جوان کر دے اور والدین ان کو مسلسل تربیت کے ذریعہ مخلص مسلمان بنانے کی پوری سعی کریں، تو آٹھ دس بچوں میں سے آخر دو تین بچے بھی ایسے ہوں گے جو اپنی خوبیوں کی بنا پر ہمارا نام روشن کریں،

ہمارے مرنے کے بعد ہمار۔۔ے لیے دعائے خیر کرتے رہیں، اور روز قیامت ہمارے لیے نجات و مغفرت کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح یہ صرف اولاد ہی ہے جو صحیح معنوں میں اپنے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کر سکتی ہے۔

۷۔ یہ منزل بلاشبہ بڑی کٹھن ہے۔ مگر اس سے گریز کرنے کے بجائے اللہ سے اس کے لیے توفیق اور حوصلہ مانگیں۔ یہ قرآنی دعا اکثر اللہ کے حضور صحیح قلب سے پڑھتی رہیں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۔

اے اللہ ہمیں ہمارے شوہروں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا دے (فرقان) اور

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔ الاحقاف

اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جس سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما دے، میں تیرے حضور توبہ کرتی ہوں، اور بے شک میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں،

یقین مانیں، جتنا اللہ پر ایمان قوی ہوگا، اتنی ہی منزل آسان ہوگی، بلکہ ایمان و یقین کی دولت کے بغیر یہ کٹھن منزل طے نہیں ہو سکتی، وجہ یہ ہے کہ آجکل فیملی پلاننگ کی وبا زوروں پر ہے اور اس سے گریز کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے شدید آزمائش آن پڑی ہے۔ مگر اپنے ایمان کو بچانے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ جب دوسرے لوگ طرح طرح کی ترغیب و تحریص کے ذریعے ایک ناجائز کام کو جائز ثابت کرنے میں مصروف ہوں، تو انتہائی شدت سے اس کے آگے انسان ڈٹ کر کھڑا ہو جائے، جس طرح صادق الایمان مسلمانوں کے لیے شراب و قمار اور سود وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے بعینہ برتھ کنٹرول کی وبا سے اجتناب لازم ہے۔

ہمارے سامنے ہمارے ہادی و رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء کا اسوہ حسنہ ہے، وہ دس سال حضرت علیؓ کے عقد نکاح میں رہنے کے بعد اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ ان دس سالوں میں آپ کے بطن اطہر سے چھ بچے

پیدا ہوئے تھے، (ان میں سے دو بچے بچپن ہی میں چل بسے تھے) گھر میں مفلسی و ناداری تھی، گھر کا سارا کام بھی وہ خود سرانجام دیتی تھیں، اور ان تمام مشکل مراحل سے نبٹنے کے لیے رسولِ خدا نے ان کو ایک نسخہ کیمیا بتا دیا تھا کہ رات کو سوتے وقت ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد اللہ پڑھ لیا کرو۔ تمہیں کثرت کار سے تکان نہ ہوگی، یہی ورد ہی بکثرت ہمارے نوکِ زبان رہنا چاہیے۔ البتہ جب ڈاکٹر گواہی دے دے کہ حمل کی صورت میں ماں کی جان کو خطرہ ہے، یا معذور قسم کے بچے پیدا ہونے لگے، یا کوئی اور ایسی ناگزیر وجہ سامنے آجائے تو پھر برتھ کنٹرول کی کوئی مناسب تدابیر اختیار کی جاسکتی ہے، مگر یہ بھی اشد مجبوری کے وقت حرام سمجھتے ہوئے کرنی ہوگی، جیسا کہ موت کے خطرہ کے پیشِ نظر حرام سدِّ رمق کھانے کی اجازت ہے۔ ورنہ عام حالات میں ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ خدائی معاملات میں دخل دے کر ہم سوائے ذاتی الجھنوں کے اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

صنعتکار اور تاجر حضرات

سے گذارش ہے۔ کہ وہ ماہنامہ ترجمان الحدیث میں اشتہار دے کر اپنے کاروباری فائدہ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب اسلام کی نشر و اشاعت میں اعانت کا فریضہ بھی انجام دیں۔

(مینجر ادارہ)